

حضرت مولانا لطافت الرحمن جامعہ اسلامیہ

بہاولپور

قرآن

کیا سکھاتا ہے؟

اور اسکے کلام الہی ہونے کا ثبوت

اگر سمندر کی لاتعداد موجوں کو گنا جاسکتا ہے اور روئے زمین کے دشت و بیابان کی لامحدود وسعتوں کا احاطہ کیا جاسکتا ہے تو قرآن کریم کے اُن فیوض و برکات ارشادات و تعلیمات کو بھی گنا جاسکتا ہے، جو قرآن نے سکھائی ہیں۔ تاہم علی الاجمال اتنی گزارش ہے کہ قرآن جو کچھ سکھاتا ہے اور جس راہ حق کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس کا بیان خود قرآن نے واضح اور جامع عنوان میں فرمایا ہے : ان هذه القرآن یحدی للقی می اقوم۔ یعنی قرآن کریم صراطِ مستقیم کا داعی اور دینِ فطرت کا معلم ہے، قرآن انسان کو انسانیت کے تقاضوں سے آگاہ کرتا ہے۔ بندگانِ خدا کو خدا پرستی سکھاتا ہے۔ شرک، بت پرستی کے خلاف : جاء الحق و زهق الباطل کا نعرہ بلند کر کے جہاد کی تعلیم دیتا ہے، انسان کے دل میں ایک لازوال نورِ ہدایت خوف و رجا، عزیمت و یقین، ثبات و استحکام پیدا کرتا ہے۔ سیرت و کردار، پاکیزہ اطوار، طہارت و عفت کے طرزِ طریق، تحمل و قناعت کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ قرآن خدا کا دعوت نامہ ہے۔ خدا پاک کا چنا ہوا دسترخوان ہے۔ امن و سلامتی کا رہبر ہے، نوح انسان کو نجات و فلاح کی طرف بلاتا ہے۔ قرآن میں انسانی زندگی، عمل، عقیدہ، فکر و نظر کے تمام شعبوں کو آئینی اور اُصل طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔ قرآن ایک ایسا قانون عطا کرتا ہے، جو انسان کے فطری تقاضوں اور پسندیدہ صلاحیتوں سے ہم آہنگ ہے۔ لہذا قرآن انسانی معاشرہ کی ملکی قومی وغیرہ ہنگامی اور خبروی تبدیلیوں پر ایک حاوی خاکہ اور لائحہ عمل اپنے اندر رکھتا ہے۔ غرض یہ کہ قرآن نے اصلاح و تعمیر کی راہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ فرمایا گیا ہے :

ما فرطنا فی الکتاب من شیئی

قرآن جس ملک قوم میں نازل ہوا ان کے عادات و اطوار اور صنائر و تلوک میں وہ انقلاب پیدا کیا جو دنیا بھر کی اصلاح و انقلاب کا پیش خیمہ بنا، وہ قوم، قوم عرب تھی، وہ ملک ملک عرب تھا۔ اس قوم کی اس وقت کیا حالت تھی۔ اور قرآن نے ان میں کیا انقلاب پیدا کیا۔ یہ بھی ایک طویل داستان ہے، وہ جاہل تھے ان کو عالم کر دیا، وہ بد اخلاق تھے ان کو با اخلاق بنا دیا۔ خونریز اور سفاک تھے، امن پسند اور صلح جو بنا دیا۔ بے راہ تھے ان کو راہ پر لگایا، خود اپنی اصلاح و درستی سے غافل تھے، ان کو بنی نوع انسان یعنی تمام اقوام عالم اور اولاد آدم کیلئے ہادی اور رہنما بنا دیا۔

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر اور دل کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا
خلاصہ یہ کہ قرآن نے جو کچھ سکھایا اور سکھاتا ہے، انسان کو اسکی از حد ضرورت تھی،
قرآن نے اس انسانی اصلاحی ضرورت کو بروجہ اکل پورا اور مکمل کر دیا۔ اور خدا نے فرمایا:
اليوم اكملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً

قرآن کے کلام الہی ہونے کا ثبوت

اس دعویٰ کا ثبوت بھی قرآن کریم نے خود فراہم فرمایا ہے:

و ان كنت من ريب مما نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله و ادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صدقین۔

اور اگر تم کو اس قرآن کے بارہ میں یہ تردد ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں تو اپنے کل معاونین کو خدا کے بغیر دعوت دے کہ اس کی مانند ایک مختصر صورت بنا کر پیش کرو، اگر تم سچے ہو اس پر ہمت اور عظیم الشان چیلنج کے بعد نہایت وثوق سے مخاطب قوم عرب کا مقابلہ سے عاجز ہونا اور کلام الہی ہونا ثابت کر کے فرمایا گیا:

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا الله ان كنتم لكافرين۔

پس اگر تم ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکو گے، تو پھر اس آگ کے عذاب سے ڈرو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اور کفار کیلئے تیار کی گئی ہے۔

نیز فرایا :

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاتون بمثله
ولو کان بعد صم لبعض ظہیراً ط

کہہ دیجئے کہ اگر جنات اور انسان تمام اس قرآن کی مثل بنانے کیلئے مل جائیں،
تب بھی اسکی مثل نہیں لاسکیں گے۔ اگرچہ باہم تعاون کر رہے ہوں۔

علامہ برآن علمائے اسلام نے بیشمار دلائل و براہین اور تاریخی واقعات و شواہد سے
ثابت کیا ہے کہ یہ قرآن بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ عرب قوم کے فصیح و بلیغ نے آیات قرآنیہ
سُن کر اور دیکھ کر ہر جہتہ کہہ دیا :

ما هذا قول البشر ان هو الا قول خالق القوى القدس۔

قرآن کے اعجاز اور کلام الہی ثابت کرنے کیلئے علماء قرآن نے ضمنی طور پر اپنی اپنی
تفاسیر میں وجوہات اور اسباب کا بہت ذخیرہ جمع کیا ہے۔ علامہ جبار اللہ زعشریؒ، امام
فخر الدین رازیؒ، جلال الدین سیوطیؒ، علامہ آلوسیؒ وغیرہ سب نے اس مقصد کو مدلل اور مبرہن
کر دیا ہے، اور قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ”اعجاز القرآن“ لکھی ہے
جو اپنے موضوع میں نہایت بہترین کتاب ہے، اس میں اعجاز قرآن کے بیشمار وجوہ مذکور ہیں۔
چن میں سے چند ایک کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

۱۔ قرآن کے کلام الہی ہونے کی ایک وجہ جس کا تعلق پورے قرآن سے ہے، وہ یہ کہ
اس کے الفاظ و عبارات کا طرز اور اسلوب اس طرز سے کلیۃً الگ ہے، جو انسانی کلام
میں معهود اور متعارف ہے، اور اس کا اسلوب خطاب اس سے بالکل مبائن اور ممتاز
ہے، جو انسان کے کلام کیلئے عادتاً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے اخیر میں ان کے الفاظ یہ ہیں :

”فمذا اذا تأملہ المتأمل تبین لہ بخروجہ عن اصناف کلامہم واسالیبہ

خطابہم انه خارج عن العادۃ وانه معجز و هذه خصوصية ترجع الى
جملة القرآن۔

یہ وہ حقیقت ہے کہ جس پر غور کرنے والا جب بھی غور کرتا ہے تو وہ صاف جانتا ہے
کہ قرآن تمام اصناف کلام اور انسانی خطاب کے طریق و عادات سے باہر ہے، اور یہ خصوصیت
پورے قرآن کی طرف راجع ہے۔

۲۔ عرب قوم کے مضمارِ بلیغ کے کلام میں ایسا کوئی کلام نہیں ملتا، جو اس قدر طویل کے باوجود فصاحت و بلاغت روانگی اور سلامت کے علاوہ عجیب و غریب لطیف و دقیق معانی اور فوائد و حکم پر مشتمل ہو۔ اور اول سے آخر تک اس معجزانہ انداز میں متناسب اور متشابہ ہو۔ فرمایا ہے :

قل لو كانت من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا۔

کہہ دیجئے اگر یہ قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا، تو اس کے طرزِ بیان میں ضرور تفاوت پایا جاتا۔ علامہ جلال الدین محشری صاحبِ کشف نے اور دوسرے مفسرین نے اس اختلافِ کثیر کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس صورت میں پورا قرآن فصیح و بلیغ نہ ہوتا، کیونکہ خدا نے پاکس کے علاوہ کہنے والے کے کلام میں مخصوص حالات کے ماتحت بڑا تغیر پایا جاتا ہے۔ اور ایک انسان سے عام حالات میں فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود اور بلند سے بلند کلام پر قادر ہونے کے باوجود کبھی ایسا کلام صادر ہو جاتا ہے جس میں کوئی فصاحت و بلاغت نہیں ہوتی۔ یہاں جس ملازم کی طرف آیتِ کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے، وہ نہایت واضح ہے، کیونکہ اچھا بھلا عقلمند انسان بھی کبھی ناگوار حالات سے اس قدر اثر پذیر ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی مناسبت اور اپنے توازن کو کھو بیٹھتا ہے۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے ایک پریشانی کے دوران جیب سے ماپس نکال کر سگریٹ کو آگ لگائی، اور پھر سگریٹ کو زمین پر پھینک کر چلتی ہوئی دیا سلائی کو ہونٹوں میں دبایا، جب ہونٹ جل گیا تب پوچش آیا۔

۳۔ ظاہر ہے کہ قرآن مختلف اعراض و مقاصد اور گونا گوں مضامین پر حاوی ہے، قصص و مواعظ، وعد و وعید، احکام و امثال، ترمیم و تہذیب، پاکیزہ اخلاق و عادات کی تعلیم وغیرہ سب کچھ اس میں ہے، مگر ہر قسم کے غور و خوض، اور تجسس و تلاش سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی ایک مضمون میں قرآن کا طرزِ بیان زور دار ہے، اور کسی دوسرے مضمون میں وہ زورِ بیان اور روانگی مفقود ہے، بخلاف اس کے انسان جس قدر بھی بلند پایہ فصیح و بلیغ شاعر یا خطیب ہو، اسکو لازمی طور پر بعض مضامین سے خصوصی لگاؤ اور ربط ہوتا ہے۔ اور بعض دیگر کیساتھ اس درجہ وابستگی نہیں ہوتی، اس وجہ سے ان مضامین میں اس کا اسلوبِ کلام مختلف ہوتا ہے۔ اور اس کے رجحانی تفاوت کے سبب دونوں کلاموں میں نمایاں فرق ہوتا ہے، اور

جس مضمون سے ربط نہ ہو یا ہو مگر کم اس میں بیان کی خامی ظاہر و باہر ہوتی ہے :
 دلذلت یضرب المثل بامر القیس اذا ركب وبالنابعة اذا ذهبت وبزهير
 اذا رعب۔

ادبیہی وجہ ہے کہ امر القیس شہواری میں ضرب المثل ہے۔ نابعہ ذبیانی دہمکی اور
 ڈرانے میں اور زہیر رعیت و ملاپ میں۔

۴۔ ان بان جب کبھی ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف یا کسی تہید و توطیہ سے
 مقصد کی جانب منتقل ہوتا ہے، تو ضرور تحول و انتقال میں کوئی نہ کوئی نقص و خلل تصنع
 اور تکلف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ہاں قرآن چونکہ خدا کا کلام ہے، اس لئے وہ اس کے ربطی
 اور گراؤٹ سے پاک ہے۔ اس سلسلہ میں قاضی باقلانی فرماتے ہیں :

وَبَيِّنَ انَّ الْقُرْآنَ عَلَى اخْتِلَافٍ مَا يَتَصَرَّفُ فِيهِ مِنَ الْوُجُوهِ الْكَثِيرَةِ
 وَالطَّرِيقِ الْمُخْتَلِفَةِ يَجْعَلُ الْمُخْتَلَفَ كَالْمُؤْتَلَفِ وَالْمُنْبَازِ كَالْمُنَاسِبِ
 وَالْمُتَاَفِرِ فِي الْاَفْرَادِ اِلَى حَدِّ الْاَهَادِ وَهَذَا اَمْرٌ عَجِيبٌ تَبَيَّنَ فِيهِ الْقِصَاحَةُ
 وَتَطَهَّرَتْ فِيهِ الْبَلَاغَةُ وَيُخْرِجُ بِهِ الْكَلَامَ عَنِ الْعَادَةِ وَيَتَجَادَرُ الْعُرْفُ۔

ادریہ بھی ظاہر ہو گیا کہ قرآن باوجود اس کے کہ اس میں ہر طرح کے مختلف مضامین اور
 مقاصد کی خاطر تصرف و تحول ہوتا ہے، مگر اس قرآنی نظم میں یہ خوبی ہے کہ غیر مربوط کو مربوط
 اور متبائن کو متناسب بتاتا ہے، گویا وہ تمام اغراض ایک مسلسل مقصود کے اجزاء ہیں۔
 اور اس امر عجیب سے قرآن کی فصاحت و بلاغت ظاہر ہوتی ہے، اور انسانی عرف و
 عادات کے حدود سے متجاوز اور وراء الورد ہوتا ہے۔

۵۔ قرآن جس مفہوم کو اپنی عبارت میں ادا کرتا ہے، اسکی تمام کیفیات اس معنی کے داخلی
 اور خارجی حالات وقت ماحول اور متکلم کے اثرات اور احساسات غرض یہ کہ حقیقت حال
 کا پورا خاکہ بلا کم و کاست اپنی تعبیر میں پیش کرتا ہے۔ اور ان تمام رموز و اشارات کی ترجمانی
 کرتا ہے، جو اس موقعہ اور محل میں ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حالات کے ان تمام ظاہری
 اور باطنی تقاضوں کا علم رکھنا اور پھر ان کو الفاظ کے قالب میں پورا پورا منتقل کرنا صرف اس
 خدا کا کام ہو سکتا ہے، جو علام الغیوب ہے۔ اور لا یعزب عنہ مشال ذرۃ فی الارض
 ولا فی السماء وهو السميع العليم۔ جسکی شان ہے۔ قرآن کے کلام اللہ ہونے کے

بارہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم فتح الملہم میں فرماتے ہیں :

بعض علماء نے قرآن کی وجہ اعجاز کو چار میں جمع کر دیا ہے۔ ایک اس کے الفاظ کی اچھی اور مناسب ترکیب اور کلمات کا پیوند و ارتباط باوجود اعجاز اور بلاغت کے۔ دوسرا اس کے سیاق اور طرز و طریق کی وہ عمدگی جو اہل بلاغت کے طرزوں سے یکسر مخالف اور بالاتر ہے، نہ تو انکی نظم میں یہ طرز ہے، اور نہ نثر میں۔ یہاں تک کہ ان کی عقلیں حیران ہوئیں، اور اسکی مثل لانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور پھر اس پر قرآن نے اپنا چیلنج بار بار اعادہ کر کے ان کے عجز کو ظاہر کر دیا، تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن گذشتہ اقوام و مل شرائع و ادیان کے ان حالات پر مشتمل ہے جن کا علوم شاہ ذوالدار اہل کتاب علماء کے علاوہ کسی کو نہ تھا، چوتھی وجہ آئندہ حالات و واردات سے درست اور صحیح اطلاع دینا ہے، جن میں بعض زمانہ رسالت میں اور بعض مستقبل میں بعینہ اس بیان کردہ طور پر واقع ہوئے، آگے چل کر علامہ مذکور فرماتے ہیں :

کلام الہی ہونے کی وجوہات میں جن میں سے یہ بھی ہے کہ پڑھنے والا اس کے بار بار تلاوت اور دہرانے سے طویل نہیں ہوتا، بلکہ اسکو تازگی اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ پھر متعلمین کیلئے اس کا حفظ آسان کر دیا گیا ہے۔ اور پڑھنے والوں کیلئے اس کی ترتیل و تجرید سہل کر دی گئی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن نے اپنے علوم و معارف اور حقائق اور خوبیوں کو جمع کر دیا ہے، جن کے فوائد و عجائب اختتام پذیر نہیں ہوتے۔ ع۔ ہوا المسلسلہ ماکررتہ یتضمنہ صاحب دائرة المعارف فرماتے ہیں کہ قرآن کو خدا نے اپنی طرف سے روح کہا ہے :

وَكَذَٰلِكَ اَدۡحٰیۡنَا الۡیَکَ رُوحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا

ترجمہ۔ اس لحاظ سے قرآنی روح ابھام و ابدان میں ایک ایمانی زندگی اور غیر فانی حیات پیدا کر دیتی ہے، اور انسانی کلام ہر چند لذیذ اور مؤثر ہو، وہ ہنگامی طور پر تاثیر یا نشاط و سرور تو پیدا کرتا ہے۔ مگر اس کا اثر دیر پا نہیں ہوتا، بیشک قرآن کی روحانیت دل و گردن پر براہ راست اثر ڈالتی ہے۔

قرآن کے محفوظ ہونے کا ثبوت

اس جزو کیلئے بھی — ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب — یعنی خود خداوند پاک نے نہایت تاکید سے فرمایا کہ : اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاَنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ — نیز قرآن کریم کی اس

عظیم تر اور بہم وجوہ محفوظیت کا اعتراف بیشمار غیر مسلم مفکرین بھی کرتے ہیں، چنانچہ حضرت المخدم المعظم جناب مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم نے سرویم مرتضیٰ کا قول نقل فرمایا ہے، جو کہتا ہے کہ بارہ سو سال سے ایسی کوئی کتاب بجز قرآن کے موجود نہیں کہ اس کی عبارت مدت مدید سے خالص رہی ہو۔ (بحوالہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ ۲۴، دسمبر ۱۹۶۸ء)

بیشک قرآن وہ کلام الہی ہے جس میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہ تو ممکن ہے، اور نہ واقع ہو گیا ہے۔ اس کلام خداوندی کا معنی اور لفظ بلکہ حرکات و سکنات تک تحریف و تبدل سے محفوظ ہیں۔ اور موجودہ ترتیب بعینہ وہی اصل ترتیب ہے، جو حضور کے ارشادات سے دی گئی تھی۔ اس بارہ میں جلال الدین سیوطی، قاضی باقلانی، ابوبکر جصاص رازی، علامہ ابن جریر طبری وغیرہ علماء قرآن نے اجماع نقل کیا ہے۔ قرآن کریم کے لفظ و نگہداشت کا یہ عالم ہے، کہ تفسیر و تشریح الفاظ و عبارات کی حد بندیوں کے علاوہ اس قدر پختہ اور ہم گیر انتظام کیا گیا ہے کہ اس پر تلفظ کرنے کے آداب اور طریق عمل کو بھی واضح اور متعین فرمایا گیا ہے۔ تلاوت و قرات کے لئے چند مخصوص فصیح تر قبائل عرب، کالب و لہجہ اور طرز ادا تجویز کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں صحابہ تابعین اور ائمہ قراء نے متواتر اور مشہور قراءات کو نہایت احتیاط اور وثوق سے جمع کیا ہے، اور آج بنی نوع انسان کے رشد و ہدایت کے لئے یہ آسمانی منظم اور مدون لائحہ عمل موجود اور محفوظ ہے۔ اور تمام طاغوتی طاقتوں کے علی الرغم موجود اور محفوظ ہو گا۔

لا تبدل لکلمات اللہ۔

— پھر جبکہ اس کے تحفظ کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا تو قرآن کریم کو اس قدر طویل اور جلیل کتاب ہوتے ہوئے یاد کرنے کے لئے سہل کیا گیا ہے۔ آج تک آسمانی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب کو یاد نہیں کیا گیا۔ مگر قرآن کو حفظ کرنے کا سلسلہ ہر دور میں جاری ہے۔ امت مسلمہ کے دس کروڑ افراد کے سینوں میں قرآن محفوظ رہا ہے۔ (بحوالہ جریدہ شہاب شمارہ ۱۰، دسمبر ۱۹۶۱ء، مضمون شاہ فاروقی)

علماء امت محمدیہ نے اپنے اس زادِ آخرت اور کیمیائے سعادت کی حفاظت کا اتنا بند و بست کیا ہے کہ اس کے سُوَر، رکوعات، آیات، کلمات، حروف، حرکات، سکنات سب کو ضبط میں لانے اور ان کے اعداد و شمار محفوظ رکھنے کے علاوہ یہ تک بتا دیا ہے کہ ۲۹ حروف ہجائیہ میں سے ہر حرف کتنی دفعہ قرآن میں واقع ہو گیا ہے۔ اور حرکات

میں سے ہر حرکت کتنی بار اور شدات اور مدات کتنے ہیں، اور کل نقطے کتنے ہیں، ذیل میں وہ تمام اعداد و شمار ملاحظہ ہوں۔

۱۱۳	سورتیں	۸۸۰۴	حرکت صغہ (پیش)	۳۰	اجزاء
۲۳۲۹۶۱	حروف	۵۳۴۳	حرکت فتحہ (زیر)	۵۵۸	رکوعات
۶۶۶۶	آیات	۳۹۵۸۲	حرکت کسرہ (زیر)	۶۴۳۰	کلمات
۱۰۵۶۸۲	نقطہ جہات	۱۳۶۰۰	تشدیدات	۱۴۷۱	مدات
۳۲۰۰۳	ج	۱۲۷۴	ثا	۱۱۰۹۵	تا
۱۱۷۹۳	ر	۷۶۷۷	ذ	۵۶۰۲	د
۱۳۰۷	ض	۲۰۱۳	ص	۲۲۵۳	ش
۸۴۹۹	ف	۲۲۰۸	غ	۹۲۲۰	ع
۷۵۱۹۰	ن	۲۶۵۶۰	م	۳۰۴۳۲	ل
...	...	۷۵۹۱۰۰	ی	۴۷۲۰	لا
				۱۹۰۷	ح
				۲۴۱۶	خ
				۵۸۹۱	س
				۸۴۲۰	ظ
				۹۵۰۰	ک
				۲۵۵۳۶	و

حرف آخر

یہ تو میں نے نہایت اختصار اور عجلت سے قرآن کے بحر محیط سے چند قطرات کی نشاندہی کی ہے۔ مگر قرآن کریم کی تحقیقات کے گرد گھومنے سے یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا، بلکہ یہاں تو تفصیل و بیان کو جہاں ختم کرنا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے آغاز کرنا تھا۔

كان المحب داسرة لقلبي فحيث الانتفاء الابداء

گویا محبت میرے دل کے گرد ایک گول دائرہ ہے جسکی ابتدا و انتہا کا پتہ نہیں چلتا

علامہ نسیا پوری نے "غرائب القرآن" میں یہی کہا ہے کہ قرآن کے فضائل و کمالات کو جبکہ لامتناہی ہیں، محدود و محصور حروف سے بنے ہوئے الفاظ کے احاطہ میں لانا مشکل ہے۔

وان قميضاً خيط من نسج تسعة وعشرين حرفاً من معانيه قاصر

ترجمہ: جو کچھ انیس حرف سے بنایا گیا ہو وہ قرآن کے معانی سمونے سے قاصر ہے۔

ولیکن ہذا آخر الکلام و صلی اللہ تعالیٰ علی سید الانام علیہ و علی آلہ التحیہ والسلام۔